

# رسائل وسائل

## طبی اخلاقیات

سوال: ۱- کیا میڈیکل دو اساز کپنیوں کی رقم سے کوئی ڈاکٹر انفرادی دائرے میں جہاز کا نکت، گاڑی، نقد رقم، ہوٹل میں قیام کے اخراجات، ان کی گاڑی کا استعمال بال پر اجتنبی یا ان کی دعوتوں سے استفادہ کر سکتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟  
۲- اجتماعی دائرے میں کارخیر کے لیے رقم، مریض کے لیے دوا، علمی اجتماعات کا انعقاد یکی ناریا علمی و تحقیقی کاموں کے میں الاقوامی پروگرامات میں اسپانسرشپ لی جاسکتی ہے۔  
۳- بازار میں ایک ہی دو مختلف کپنیوں کی طرف سے مختلف قیمتوں پر دستیاب ہوتی ہے۔ کیا مہینگی دو لکھی جاسکتی ہے، جب کہ موہرستی دوا موجود ہو۔ کیا اثر نگیزی کی بنا پر مہینگی دو لکھی جاسکتی ہے۔ اس میں گناہ کا اختلال ہے یا نہیں؟

جواب: قرآن کریم کے ہدایت اور خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہونے [وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ حُلُوقٍ عَظِيمٍ ۖ الْقَلْمَ ۚ ۲۸: ۲۸] کا واضح مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے مختلف دائروں میں جن کا تعلق چاہے معیشت سے ہو یا معاشرت سے، سیاست سے ہو یا عبادات سے، تعمیراتی منصوبوں سے ہو یا ایک طبیب، استاد یا اہلِ فن کے معاملات کے ساتھ، ہر بر شعبہ حیات میں اصول اخلاق اور ان کی تطہیق کے لیے رہنمائی پائی جائے۔ اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر، مسکراہٹ اور ہر عمل کو اسوہ حسنہ قرار دے کر، ہمیں یہ دعوت دی گئی کہ آپ کے اسوہ اور قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے روزمرہ کے معاملات کا حل تلاش کیا جائے۔ انسانی جان اور دین کا تحفظ و بقا، دو اولین مقاصد شریعہ ہیں اور اس لحاظ سے ایک مسلم طبیب کے لیے نہ صرف جان بلکہ دین کے حوالے سے بھی مناسب معلومات رکھنا ضروری ہے۔

بھی وجہ ہے کہ ۲۰ویں صدی کی تحریک احیاے دین کے زیر اشیکڑوں، ہزاروں مسلم اطباء دنیا کے ہر گوشے میں جدید طبعی مسائل کے حوالے سے مشاورت، یکی نار اور کانفرنسوں کے ذریعے ان مسائل کے حل میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے مسائل حل کرنے کی ذمہ داری نہ صرف علماء کرام کی ہے بلکہ یکساں طور پر ان مسلم اطباء کی بھی ہے جو دین کا فہم رکھتے ہوں اور شریعت کے اصولوں سے آگاہی رکھتے ہوں۔ ان مسائل کا دیری پا حل اسی وقت ممکن ہے جب طب کی تعلیم کے دوران ہر مسلم طالب علم کو قرآن و سنت کی تعلیمات سے اتنا آگاہ کر دیا جائے کہ وہ حلال و حرام کے فرق کو خود سمجھ سکے اور قرآن و سنت کے واضح اصولوں کو خود استعمال کرتے ہوئے نئے راستے نکال سکے۔

ان اصولوں میں سے دو بنیادی اصول حفظ نفس اور حفظ دین ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو دین کی بنیاد، جن اصولوں پر ہے، وہ ہر مسئلے پر ہماری رہنمائی کرتے ہیں یعنی تو حید اور عدل۔

اگر ایک دواز ساز کمپنی ایک طبیب کو بیرون ملک تفریغ کے لیے نکل رہا ہے فراہم کرتی ہے تو ظاہر ہے اس کا مقصد کسی مریض کی فلاج یا کسی علمی تحقیق کے ذریعے انسانیت کی جان بچانے نہیں ہو سکتا۔ اس کا واضح مقصد اس طبیب کو ممنون احسان بنا کر اپنی دوا کی زیادہ فروخت اور شہرت ہی ہو سکتا ہے جو بظاہر رشوت اور شہادت زور سے ممتاز کی بنا پر جائز اور حلال قرار نہیں دیا جاسکتا اور اسلامی شریعت کے واضح احکامات کی خلاف ورزی شمار ہو گا۔ اس لیے وہ بیرون ملک سفر کی سہولت ہو یا ذاتی استعمال کے لیے کار کی فراہمی، نقد رقم یا دیگر سہولیات کی فراہمی، ان میں سے کسی بھی سہولت کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔

حد سے حد جس چیز کو گوارا کیا جاسکتا ہے، وہ کسی دواز ساز کمپنی کی طرف سے تقیم کیے گئے بال پوائنٹ قلم، جس کی بنا پر کوئی طبیب کسی دواز ساز کمپنی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور جسے اپنی مالیت اور معافضہ نہ ہونے کی بنا پر رشوت نہیں کہا جاسکتا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ رمضان المبارک کے آغاز میں بہت سے تجارتی ادارے اوقات سحر و افطار طبع کر کے عام فائدے کے لیے تقیم کرتے ہیں اور گواہ پر ان کے ادارے کا نام چھپا ہوتا ہے لیکن اصل مقصد عوام الناس کو ایک سہولت دینا ہے اور محض اس بنا پر کوئی ان کی دکان سے اشیائیں خریدتا۔

سوال کا دوسرا پہلو اجتماعی فوائد یا مصالح عامہ سے ہے، یعنی اگر ایک دواز ساز کمپنی ایک تعلیمی

ادارے کو ایک بڑی رقم اس غرض سے دیتی ہے کہ کسی مہلک مرض کے علاج کے لیے تحقیق کروائی جائے اور اس غرض سے تحقیقین کی ایک ٹیم کی تنخواہیں یا لیہارڑی کا قیام یا ایک سائنسی سیکھی نار کے انعقاد کے ذریعے اس مرض کے علاج کے راستے دریافت کیے جائیں تو اس صورت میں یہ رقم نہ تو رشوت شمار ہوگی اور نہ اس کی بنا پر تحقیقین شہادتِ زور کے مرتبک ہوں گے۔ ہاں اگر ان تحقیقین کو اس غرض سے رکھا جائے کہ وہ کہنی کی تیار کردہ کسی دوا کی تعریف و تحسین کریں اور تائج میں یہ بات دکھائیں کہ یہ دو دیگر ادویات کے مقابلے میں زیادہ مفید ہے جب کہ تحقیقت واقعہ یہ نہ ہو تو اس کا عمل اسلامی اصولوں کے منافی اور رشوت اور شہادتِ زور کی تعریف میں آئے گا۔ یہاں معاملہ محض نیت کا نہیں ہے بلکہ ہر دو جانب سے شفاف طور پر تحقیق کی نویعت اور مقاصد کا ہے۔

اگر ایک دو اساز کہنی اپنے منافع کا ۱۰۰ فیصد حصہ صرف اس کام کے لیے مخصوص کرتی ہے کہ وہ کسی خاص مرض یا کسی خاص دوا کی اثر انگیزی پر تحقیق کرائے گی اس سے قطع نظر کہ وہ دوا اس کی اپنی ساختہ ہو یا محض کیمیائی طور پر تیار کی گئی ہو تو اس رقم کا استعمال مصلحت عامہ کے اصول کی بنا پر جائز اور حلال ہوگا۔ لیکن اگر وہ مشروط طور پر یہ کام کرائے یا اس کا اصل مقصد یہ ہو کہ اس کی دوا دوسروں کے مقابلے میں برتر ثابت کی جائے جب کہ دیگر ادویات بھی ویسی ہی اثر انگیزی رکھتی ہوں تو یہ ایک ناجائز اور غیر اخلاقی کام ہو گا جس کی اسلامی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

شریعت ایک عمل کے حرام یا حلال ہونے کے ساتھ اُس عمل کے طریقے کو بھی یکساں اہمیت دیتی ہے اور حصولی مقصد کے لیے جو ذرائع استعمال کیے جائیں وہ بھی اخلاقی اور قانونی لحاظ سے معروف اور بھلائی پر مبنی ہونے چاہئیں۔ کسی کام کے لیے اچھی نیت کے بعد اگر ذریعہ ممکن اختیار کیا جائے تو وہ کام اچھا نہیں بن سکتا، اس لیے طبی اخلاقیات میں بھی ہمیں مقصد اور ذرائع دونوں کو اخلاق کا تابع بنانا ہوگا۔

مصلحت عامہ کے لیے کسی ادارے سے غیر مشروط طور پر امداد لے کر علمی اجتماعات کا منعقد کرنا، یا مرضیوں کے لیے اُس رقم سے ادویات حاصل کر کے نادار افراد کی مدد کرنا، یا ان کی طبی سہولت کے لیے اس رقم سے ایک بیش خریدنا وغیرہ مقصد اور ذریعہ دونوں کے پیش نظر حرام نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اگر کوئی ادارہ اس قسم کی کسی امداد کے بغیر خود اپنے وسائل سے کام کر سکتا ہے تو لازماً یہ افضل

ہے لیکن اگر غیر مشروط طور پر کوئی دوا ساز کمپنی کسی اجتماعی رفاقت کا کام کے لیے کوئی رقم مخصوص کرتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ کسی بد لے کی توقع نہیں کرتی تو اس میں اخلاقی طور پر کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ بازار میں ایک ہی نئے سے تیار کردہ مختلف ناموں سے پائی جانے والی دویات میں بعض اوقات تو کسی ایک عصر کے تناسب یا اضافے کی بنا پر اگر وہ اضافہ کرنا طبی طور پر ضروری ہو دو اس کی قیمت میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقی بھی ہو سکتا ہے اور مصنوعی بھی۔ لیکن اگر اہزا ایک ہیں اور کمپنی کی شہرت کی بنا پر وہ اپنی شہرت کی قیمت وصول کر رہی ہے تو ایک مسلم طبیب کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے مریض کا مفاد دیکھے یعنی یہ کہ اس کی صحت اور جان کے تحفظ کے لیے کون سی دوا زیادہ بہتر ہے چاہے اس کی قیمت دوسرا دو سے ۵۰ فی صد کم ہی کیوں نہ ہو۔

بعض اطباء کا یہ خیال کہ اگر وہ مریض کو ایک مہنگی دوا دیں گے تو نفیاتی طور پر وہ زیادہ مطمئن ہو گا، یہ ایک غیر اخلاقی فعل ہے۔ دوا کے اہزا اگر یکساں ہوں تو لازمی طور پر ایک کم قیمت دوا کا لکھنا افضل ہے۔ شریعت کا معروف اصول حفظِ مال کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کے مال کو ناجائز طور پر نقصان نہ پہنچایا جائے۔ ایک طبیب یہ جانتے ہوئے کہ ایک اینٹی بائیوتک کم قیمت ہے اور ایک محض کی کمپنی کی شہرت کی بنا پر اس سے ۷۰ فی صد زیادہ مہنگی ہے اگر مہنگی دوا تجویز کرتا ہے تو یہ مریض کے مال کو نقصان پہنچانا ہے اور مقاصدِ شریعت سے مکررا ہے۔ ہاں یہ یقین کرنے کی ضرورت ہو گی کہ ایک کم قیمت دوا کے اہزاے عذری وہی ہوں جو مریض کی اصلاح کے لیے ضروری ہیں۔

اگر تحقیق سے یہ بات معلوم ہو کہ ایک دوا اپنی اثر انگیزی میں دوسرا کے مقابلے میں زیادہ موثر ہو گی لیکن قیمتاً مہنگی ہے، جب کہ دوسرا قیمتاً کم ہے اور اثر انگیزی میں بھی کم ہے تو طبیب کو فقہی اجتہاد کرنا ہو گا کہ کیا مریض کی نوعیت سرعت کے ساتھ علاج کی متقارنی ہے یا ایک ہلکا اثر کرنے والی دوا بجائے دو دن میں اثر دکھانے کے تین دن میں اثر دکھادے گی اور اس سے مریض کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ یہ اس کا اجتہادِ محض اپنے طبی تجربے کی بنیاد پر ہو گا اور ایسا کرتے وقت وہ اللہ کو حاضر جان کر یہ طے کرے گا کہ کون سی دوا تجویز کرے۔ دراصل ہر طبی رائے ایک ذمہ دار اور اجتہادی رائے کا مقام رکھتی ہے اور ایک مسلم طبیب کو شریعت کے بنیادی اصولوں سے اتنا آگاہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے ضمیر اور علم کی بنیاد پر موقع ہی پر اس طرح کے اجتہادی فیصلے کر سکے۔ (ذاکر انیس احمد)